چہل حکمتِ جہاد

علّامہ نصیر الدّین نصیر ہونزائی

چہل حکمتِ جہاد

بہ تصنیف
علامہ نصیر الدین نصیر ہونزائی
ریسرچ ایسوسی ایٹ یونیورسٹی آف مونٹریال
کینیڈا

خانۂ حکمت ■ ادارۂ عارف
۲-اے نور ویلا-۲۶۹ گارڈن ویسٹ کراچی ۳۰ - (پاکستان)

صِبغَۃَ اللّٰہِ

پروردگارِ عالم نے اپنی رحمتِ بے پایاں سے تمام مومنین و مومنات کے لئے یہ بہت بڑی فضیلت ممکن بنادی ہے کہ وہ علم، عبادت اور عشقِ مولا کے وسیلے سے صبغۃ اللہ (رنگِ خُدا = نورِ خدا، ۱۳۸/۲) میں رنگین ہو جائیں، الحمد للہ! ہمارے تمام ساتھی ایسے ہو سکتے ہیں، مثال کے طور پر ہمارے بہت ہی عزیز دوست شمس الدین جمعہ صدر ادارۂ عارف امریکہ اور ان کی فرشتہ خصلت بیگم محترمہ کریمہ سیکریٹری کو دیکھئے کہ کس طرح ذکر و عبادت اور علم و حکمت کی لذتوں سے لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں اور کس شان سے امامِ زمان علیہ السلام کے پاک عشق کے نور کی شعاعوں سے مستفیض و مستنیر ہو جاتے ہیں، آپ دونوں عزیز صفِ اوّل کے علمی خادموں میں سے ہیں، اللہ کا شکر ہے۔

مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۹۳ء

Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science

چہل حکمتِ جہاد کے مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	آغازِ سخن	۵
۲	ستارۂ سعدِ اکبر	۱۲
۳	فہرستِ چہل حکمتِ جہاد	۲۴
۴	چہل حکمتِ جہاد	۲۷
۵	"قرآنی علاج" پر بوستان کا تبصرہ	۴۴

ISW LS
Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

آغازِ سخن

ا۔بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ ایک انتہائی پُرکشش حقیقت ہے کہ خداوندِ عالم کی توفیق و تائید کے بغیر بندۂ مومن کا کوئی نیک کام نہ تو شروع ہو سکتا ہے اور نہ ہی آگے بڑھ کر مکمل ہو سکتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی اس حکمت میں کتنا عظیم راز مخفی ہے کہ وہ علیم وحکیم اہلِ ایمان کو ہمیشہ اپنے حضور پُرنور کی طرف متوجہ رکھنا چاہتا ہے تاکہ وہ "لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" کے بموجب ہر وقت آسمانی تائید کے طالب رہیں۔

۲۔ وہ تمام نیک لوگ اور جملہ عزیزان جو علم اور دوسرے نیک کاموں میں ترقی چاہتے ہیں، اُن سب کو میرا پُرخلوص مشورہ ہے کہ وہ اسلامی عبادات واذکار سے کبھی غافل نہ ہو جائیں، عبادت، نماز جو کچھ فرض ہے، وہ تو فرض ہی ہے، اگر کسی مومن کو صراطِ مستقیم پر روحانی ترقی کرنی ہے اور قرآن و اسلام کے نور اور اس کے روحانی اور عقلانی معجزات کو دیکھنا ہے، تو پھر نوافل کا سہارا لینا ہوگا، اور نوافل کے بارے میں یہ حدیثِ قدسی ہے:۔

(ترجمہ) "اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے قرب حاصل کرتا ہے، یہاں تک کہ میں اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں، پس جب میں اس

سے محبت کرتا ہوں، تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں، جس سے وہ سُنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں، جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں، جس سے وہ چلتا ہے۔"

۳۔ سبحان اللہ! نوافل (واحد نفل = زاید عبادت) کے انعامِ خداوندی کی شان دیکھئے! ایسے خوش نصیب بندے اللہ کے خاص دوست (اولیاء اللہ) ہی ہو سکتے ہیں، یہاں یہ تو پتہ چلا کہ اگر خدا کسی کے باطن میں نور ہو جائے اور اسی نور کے ذریعہ سُنا، دیکھا، پکڑا اور چلا جائے تو پھر علم و معرفت کے معاملے میں کوئی چیز غیر ممکن نہیں، یہ حدیثِ قدسی فنا فی اللہ و بقا باللہ کا سب سے روشن ترین ثبوت ہے، پس بقا باللہ یا کنزِ مخفی کا حاصل ہونا ایک ہی بات ہے، جو علم و معرفت کے اسرار سے مملو ہے۔

۴۔ میں عموماً سب کو اور خصوصاً علم دوست حضرات کو مذکورہ حدیثِ قدسی میں غور و فکر کی پُرزور دعوت دیتا ہوں، کیونکہ یہی ایک اکیلی حدیث کئی کئی آیاتِ کریمہ کی تفسیر و توضیح کے علاوہ ایسے کثیر سوالات کے لئے جوابِ شافی بھی ہے، جو سخت مشکل ہوں، اس کی سب سے بڑی وجہ ظاہر ہے کہ خدا کا نورِ اقدس جس کامل شخصیت میں جلوہ فگن ہو، اسی میں علم و حکمت کی ساری کائنات مرکوز ہو جاتی ہے، اور اس حدیث کا موضوع بس یہی ہے۔

۵۔ "چہل حکمتِ جہاد" کے مقالے کو تحریر کر کے مجھے اور میرے عزیز ساتھیوں کو زبردست خوشی حاصل ہوئی تھی، اس خوشی کی کئی وجہیں ہیں، اور اب مزید شادمانی ہے کہ ہم اس کو الگ بھی شائع کر رہے ہیں، تاکہ ان شاء اللہ، ہمارے سب عزیزان کو مل سکے، کیونکہ یہ آرٹیکل بے حد ضروری ہے اور دائمی خوشیوں کا طوفان اس نعمتِ عظمیٰ سے ہے کہ اس پسندیدہ اور مفید مضمون کا انگلش میں بڑا عمدہ ترجمہ ہو چکا ہے، اور یہ عظیم احسان جناب غلام عباس صاحب ہونزائی نے کیا ہے، عزیزِ محترم عباس صاحب کی بے شمار خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ ہے کہ آپ کا علم و دانش سے مملو لیکچر بڑے بڑے اجتماعات میں سحرِ حلال کا کام کرتا ہے، آپ کی گہری نظر اور نکتہ دانی سے نہ صرف عوام ہی کو بلکہ اہلِ علم کو بھی بڑی حیرت ہوتی ہے۔

۶۔ پاکستان بنانے کے سلسلے میں جن زعمائے اسلام نے فکری اور سیاسی جہاد کیا، ان میں ہمارے امام عالیمقام حضرت مولانا سلطان محمد شاہ علیہ السّلام نمایاں تھے، جس کا واضح مفہوم حکمت ۲۰ میں جھلک رہا ہے، اب امام عالی نسبؑ کے اس پُرحکمت عمل کے بعد یہ سوال ہر اسماعیلی کے لئے خود از خود ختم ہو جاتا ہے کہ: "اسلام اور پاکستان کی کوئی دفاعی جنگ، جہاد ہے یا نہیں؟"

۷۔ جہالت و نادانی بھی ملک و قوم کی ایک قومی دشمن ہے، لہٰذا ان شاء اللہ، ہم اس دشمن کے خلاف بھی اپنے طور و طریق سے شدید

جہاد کرتے رہیں گے، لیکن کوئی بھی بڑی ظاہری جنگ لشکر کے بغیر نہیں لڑی جا سکتی، اس لئے بفضلِ خدا ہمارے ساتھ نہ صرف ایک لشکر ہے، بلکہ اس میں بہت سے افسر بھی ہیں۔

٨۔ دنیائے اسلام کے طول و عرض میں جو لوگ نیک، خیرخواہ اور دین کے سچے خادم ہیں، وہی فردائے قیامت بہشت میں مخدوم اور بادشاہ ہوں گے، کیونکہ قرآن اور اسلام کی خدمت اگر منشائے خداوندی کے مطابق ہے تو یہ تمام خدمات کی سردار اور بادشاہ ہو سکتی ہے، جس کا اجر و صلہ یقیناً بہشت میں عظیم سلطنت ہے (۷۶/۲۰) کیونکہ دنیا میں اس سے کوئی بڑی بندگی اور خدمت نہیں، اور آخرت میں اس سے بڑا کوئی ثواب نہیں۔

٩۔ جہادِ اصغر میں بھی اور جہادِ اکبر میں بھی علم و حکمت کی حمایت اور جہالت و نادانی کی مخالفت مقصودِ اصلی ہے، چنانچہ عقل و دانش اور علم و حکمت کو جتنی بھی اہمیت دی جائے اور جس قدر بھی اس کی تعریف و توصیف کی جائے، وہ کم ہے۔

١٠۔ جہادِ جسمانی، جہادِ مالی، جہادِ نفسانی، جہادِ علمی وغیرہ، دراصل ایک ہی عظیم کارنامہ کے مختلف اجزاء ہیں، اس لئے تنہا ہر جزو دوسرے اجزاء کے بغیر نامکمل ہے، یہی سبب ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے کسی غزوہ سے واپس ہوتے ہوئے اصحابِ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا: ہم چھوٹے جہاد سے (فارغ ہو کر) بڑے جہاد کی طرف واپس

Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

ہو رہے ہیں (یعنی نفسِ امّارہ کے خلاف لڑنا جہادِ اکبر ہے)۔

۱۱۔ جو لوگ قرآنی حکمت اور روحانیت سے باخبر ہیں، وہ آپ کو بتا سکتے ہیں کہ دینِ حق کی حفاظت و حمایت میں لڑنے کی غرض سے اللہ تعالیٰ کے بے شمار لطیف لشکر بھی ہیں، لطیف کو نہ کوئی دیکھ سکتا ہے اور نہ روک سکتا ہے، کیونکہ وہ روح اور فرشتہ ہوا کرتا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے: وَ لِلّٰہِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: زمین اور آسمانوں کے سب لشکر خدا کے قبضۂ قدرت میں ہیں (۴۸/۴)۔

۱۲۔ ہر چند کہ اللہ تبارک و تعالیٰ قادرِ مطلق اور ہر چیز سے بے نیاز ہے لیکن اُس جوّاد الکریم نے محض اپنے بندوں پر عظیم احسانات کرنے اور ان کو بدرجۂ انتہا نوازنے کی خاطر بڑے عجیب و غریب قوانینِ رحمت بنائے، جن کے مطابق وہ پاک و برتر فرماتا ہے: اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم مضبوط جما دے گا (۴۷/۷) نیز فرمایا: اللہ کو اچھا قرض دیتے رہو (۷۳/۲۰) پھر ارشاد ہوا: اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ (۹/۴۱) پس یہ سب کچھ اہلِ ایمان کی روحانی ترقی اور بہشت کی سلطنت کے لئے ہے۔

۱۳۔ جسمانی (جانی)، جہاد اور مالی جہاد کی فضیلت ایک ہی آیۂ کریمہ میں بیان ہوئی ہے، اس ارشادِ خداوندی کا ترجمہ یہ ہے: اللہ نے خرید لی مومنوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لئے

جنت ہے، لڑتے ہیں خدا کی راہ میں پھر مارتے ہیں اور مرتے ہیں (۹/۱۱۱)
یہ سودا جو اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان بہت پہلے ہو چکا ہے، اس
کا عہد و پیمان اتنا ضروری ہے کہ اس کی تجدید کے لئے بار بار بیعت لی
جاتی ہے، کیونکہ بیعت کا لفظ "بَیْع" سے ہے، جس میں خرید و فروخت کے
دونوں معنی موجود ہیں، پس بیعت کے عمل میں جانی اور مالی جہاد کا راز مضمر
ہے، آپ بیعتِ رضوان (۴۸/۱۸) کے بارے میں معلوم کر سکتے ہیں کہ حضورِ
اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ بیعت کس مقصد کے پیشِ نظر لی تھی؟

۱۴- عصرِ حاضر کی بات ہے، اگر آپ کسی اسلامی عسکر میں شامل نہیں
ہیں، اس لئے پیشہ ورانہ مہارت کے ساتھ جسمانی جہاد کرنیکی قابلیت نہیں
رکھتے ہیں، تو مایوس نہ ہو جائیے، کیونکہ مالی جہاد، علمی جہاد اور نفسانی جہاد
کے زرّین مواقع بھی تو ہیں۔

۱۵- مالی قربانی کو جہاد کا درجہ کیوں کر حاصل ہو سکتا ہے؟ اس کا ایک
جواب یہ ہے کہ مال شرعی خون بہا (خون کی قیمت = دِیت) کی صورت
میں جان کا عوض ہو سکتا ہے (بحوالۂ قرآنِ کریم، سورۂ نساء، آیت ۹۲)
اور دنیاوی مثال میں بھی یہی بات ہے کہ اگر حکومت کی ذمہ داری میں کسی
خاندان کا جانی نقصان ہو جائے تو اس کو بطورِ معاوضہ کوئی مناسب رقم
دی جاتی ہے، یہ اس حقیقت کی دلیل ثابت ہوئی کہ اگرچہ ظاہراً جانی
قربانی سے مالی قربانی کمتر ہے، لیکن جب صرف اور صرف مالی قربانی
ہی کی سخت ضرورت ہو تو پھر مالی جہاد جانی جہاد ہی کی طرح مفید ہو سکتا ہے،

یہ ایک جزوی مثال ہے۔

۱۶۔ ان شاء اللہ، ہم اپنے محدود دائرۂ رسائی میں علمی جہاد کرتے رہیں گے، جس میں ہمارے مشرق و مغرب کے تمام عزیز تلامیذ شامل ہیں، کیونکہ اس اجتماعی عمل میں کوئی ایک کام نہیں، بلکہ سینکڑوں کام ہیں، جن کو ہمارے بہت سے ساتھی انجام دیتے ہیں، اس دائرۂ کار میں ہم جتنے بھی افراد ہیں سب بے انتہا شادمان ہیں، جس کی وجہ خداوندِ قدّوس کی رحمت اور کامیابی ہے، جس سے ہم ایک دوسرے کو اپنی جان کی طرح عزیز رکھتے ہوئے سچے دل سے کہتے رہتے ہیں کہ: "یہ ترقی آپ کی کوششوں کی برکت سے نصیب ہوئی"، اور اسی طرح مونوریالٹی (ایک حقیقت) کی بات بنتی ہے۔ الحمد للہ رب العالمین۔

نصیر الدّین نصیر ہونزائی
کراچی

جمعرات ۲ رجب المرجب ۱۴۱۴ھ/۱۶ دسمبر ۱۹۹۳ء

ستارۂ سعدِ اکبر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یٰاَیّھا الّذین اٰمنوآ ان تنصروا اللّٰہ ینصرکم ویثبّت اقدامکم (۴۷:۷) صدق اللّٰہُ العلیّ العظیم۔ اس آیۂ کریمہ کا ترجمہ یہ ہے:
اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم مضبوط جما دے گا۔

مہمانِ خصوصی جناب محمد طاہر صاحب صدر ریجنل کونسل گلگت، میر مجلس جناب سرفراز شاہ صاحب چیرمین مصالحتی بورڈ گلگت، جناب ظفر اقبال صاحب آنریری سیکریٹری ریجنل کونسل گلگت، جماعت کے دیگر عملداران، اکابرین اور معزز حاضرین! اسلام علیکم!

ابھی ابھی آپ کے سامنے سورۂ محمدؐ کی ایک آیۂ شریفہ (۴۷:۷) پڑھی گئی، جو مغزِ حکمت سے مملو ہے، جس میں اہلِ ایمان کو حکم ہے کہ وہ اللہ کی مدد کریں، اور اس میں بزبانِ حکمت رسولِ خداؐ کی مدد کرنے کے لئے امر ہوا ہے، کیونکہ حقیقت میں خدائے بزرگ و برتر کسی کی مدد کے لئے ہرگز محتاج نہیں، تاہم پروردگارِ عالم ہر عظیم شیٔ کو اپنی ذاتِ پاک سے منسوب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ یہ میرے لئے ہے، تاکہ ایسی چیز کی اہمیت اور قدر و منزلت ظاہر ہو جائے، اسی قانون کے

مطابق، ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ امامِ عالیمقامؑ کے مقدّس ادارے اس لئے مقرر ہوئے کہ جماعتی ترقی کے کاموں میں امامِ زمان کا ہاتھ بٹائیں، اور اس میں جماعت کا فرض ہے کہ تابعداری اور نیک کاموں کی صورت میں مولائے پاک کے اداروں کی مدد کرے، تاکہ یہ مدد امامِ زمانؑ کے لئے ہو اور امام کے توسط سے رسولِ اکرمؐ کی مدد ہو۔

ستارۂ سعدِ اکبر (سب سے بڑا نیک ستارہ) مشتری کو کہتے ہیں، دراصل میرا اشارہ کسی اور ستارے کی طرف ہے جو انتہائی عظیم سعادتوں کا سرچشمہ ہے، جو آسمانِ عقلانیت پر طلوع ہو جاتا ہے، پس ایسا لگتا ہے، جیسے آج اتوار ۱۰ اکتوبر ۱۹۹۳ء کو آسمانِ عقل پر ستارۂ سعدِ اکبر طلوع ہو گیا ہو۔

تحفہ یا خطاب کا تجزیہ: یہ تحفہ (خطاب) جو مولائے پاک کے مقدّس ادارے کی جانب سے ملا ہے، وہ میری ناچیز ہستی اور حیثیت سے بڑھ کر ہے، کیونکہ "لسان القوم" کے معنی ہیں قوم کی بولنے والی زبان، اس میں ادب، علم اور حکمت سے متعلق تمام تر اشارات موجود ہیں، اس کا ہم معنی لفظ "ترجمان القوم" ہے، اس خطاب کی اصل خوبیاں پسِ پردہ پوشیدہ ہیں، وہ یہ کہ یہاں دینی اور روحانی قوتوں کی کارفرمائی کی پُرحکمت مثال موجود ہے، یعنی

زبان پانچ حواسِ ظاہر میں سے ایک حس سے زیادہ کچھ بھی نہیں، کیونکہ وہ ازخود کچھ بول ہی نہیں سکتی، جب تک دل و دماغ جیسی باطنی قوّتیں حکم اور مدد نہ کریں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ پوری قوم روحانی وحدت و سالمیّت میں فردِ واحد کی طرح ایک ہے، جس کے اعضاء اور ظاہری و باطنی قوّتوں کا کام قوم کے لوگ ہی کرتے رہتے ہیں، پس جماعتِ باسعادت کی پاکیزہ روحوں کی نیک دعاؤں اور روحانی تائیدات کے لئے بندۂ کمترین سخت محتاج ہے۔

آج میرے حق میں امامِ زمان صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ نے اپنی نامدار ریجنل کونسل کے توسط سے گویا مُردۂ صد سالہ زندہ کر دینے کا معجزہ کر دیا، ہادیٔ برحق ؑ کے اس قیامت خیز معجزے سے میں مسرّت و حیرت کی کشاکش میں ہوں، قومی خوشی اور شادمانی کے اس موسمِ گُل میں جب تمام شرکاء شادمان ہیں، تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ، نامدار ریجنل کونسل کے کارنامہائے زرّین سے جملۂ جماعت کو بے حد خوشی ہو گی، محض اس وجہ سے نہیں کہ نصیر الدّین کو ایک پُر حکمت تحفہ عطا ہُوا، بلکہ اس لئے بھی سب کو شادمانی ہو گی کہ اب بحمد اللہ امامِ عالیمقام علیہ السّلام کے پاک ادارہ جات میں زیادہ سے زیادہ اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات آ گئے، اور انہوں نے منشائے مولا کے مطابق ہر میدان اور ہر شعبے میں کام کرنے والوں میں ہمّت و حوصلہ کی روح پھونک دینے کا

منصوبہ بنالیا۔

کس طرح شکریہ ادا کروں؟ یہی ہے طریقِ ذرّہ نوازی، یہی ہے ذرّۂ بیمقدار کو آفتاب بنانے کا عمل، اسی کا نام احسانِ عظیم ہے، اور یہی ہے سب سے بڑا انعام، لیکن میں آج، جبکہ میرے لئے آسمانِ عقلانیت پر ستارۂ سعدِ اکبر طلوع ہو چکا ہے، شش و پنج میں ہوں کہ کن شایانِ شان الفاظ میں اپنے تمام محسنوں کا شکریہ ادا کروں! میں اپنے دل و دماغ سے پوچھتا ہوں کہ آیا میں اس عظیم احسان کے لئے صرف قولی شکریہ پر اکتفاء کروں، یا اس کی کوئی عملی شکر گزاری بھی ہے؟ تاہم صرف اتنا ہی سوچنا اس مسئلے کا آخری حل نہیں، لہٰذا اب مجھے ہادیٔ ظاہر و باطن کے حضورِ عالی میں شدید احساس کے ساتھ گڑگڑانا ہوگا، تاکہ وہ مہربان مجھے ازراہِ بندہ نوازی کوئی خاص ہدایت و توفیق عنایت فرمائے کہ جس سے میں بصد شکر گزاری کوئی نیک کام انجام دے سکوں۔

خیر خواہی کا عظیم عمل: رحمتِ عالم فخرِ بنی آدم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشادِ گرامی ہے: الدّینُ نصیحۃٌ: دین ہر طرح کی خیر خواہی کا نام ہے، یعنی نیت میں بھی، قول میں بھی، اور عمل میں بھی خیر خواہی ضروری ہے، تاکہ اس سے اسلام اور ایمان کی ساری خوبیاں جمع ہو سکیں، چنانچہ اسی اسلامی خیر خواہی کے جذبے سے ہمارے نامدار ادارہ "آغا خان رجنل

Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

کونسل گلگت، نے علاقہ کے فرقہ وارانہ فسادات کے سدِباب کی خاطر جو جو نمایاں کارنامے انجام دیئے، وہ تاریخ کے اوراق پر آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں، امامِ عالیمقامؑ کے ان قابلِ احترام نمائندوں نے اپنے دونوں برادر فرقوں کو جذبۂ خیر خواہی سے اتنا متأثر کیا کہ بالآخر وہ حضرات جو آخری کانفرنس میں تھے ایک دوسرے سے بغلگیر ہو گئے، ایسا بڑا مشکل کام ایک دو دن میں کیسے مکمل ہو سکتا تھا، لہٰذا انہوں نے بڑی جانفشانی اور دانشمندی سے مرحلہ وار کئی میٹنگیں منعقد کیں، اپنے طور پر بھی، دوسرے بھائیوں کے ساتھ بھی، اور مقامی حکّام کے ساتھ بھی۔

الغرض نامدار ریجنل کونسل گلگت نے جس ہمہ گیر خیر سگالی، امن پسندی، اور تصفیۂ باہمی کا کردار انجام دیا، اسے نہ صرف حکومت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتی ہے، بلکہ آرمی کی ہائی کمان، اور عوام و خواص کی اکثریت بھی اس مُصالحتی کارنامے کی تعریف کرتی ہے، خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آگ بجھائی گئی، ورنہ یہ آتش پورے علاقے کو اپنی لپیٹ میں لیتی۔

جماعتی ترقّی: گلگت میں ہماری جماعتِ باسعادت کی ترقّی موجودہ حد تک کس طرح پہنچ گئی، اور اس کے اسباب و ذرائع کیا کیا تھے، وہ قصّہ بڑا طویل ہے، لیکن ہم یہاں امامِ اقدس و اطہرؑ کے ان تمام مخلص

اور جان نثار مریدین کو سلام عزت بھیجتے ہیں، جنہوں نے اس مجموعی ترقی کے سلسلے میں کسی بھی حیثیت سے کام کیا ہو، قومی ترقی کی خاطر نہ صرف دماغی قوت اور برین پاور سے کام لیا جاتا ہے، بلکہ ساتھ ہی ساتھ مالی قربانی اور جسمانی محنت و مشقت بھی از حد ضروری ہوا کرتی ہے، پس موجودہ ترقی زبانِ حال سے یہ گواہی دے رہی ہے کہ مولائے برحق ملک کے پاک اداروں اور نیک نام جماعت نے شروع سے لیکر اب تک بڑی گرانمایہ خدمات انجام دی ہیں۔

علم وادب: علم دینی بھی ہے اور دنیادی بھی، ہمیں من حیث القوم دونوں کی سخت ضرورت ہے، ادب اگر علم کے بغیر ہے تو وہ صرف تیاری کا مرحلہ ہے، علم گویا آدمی ہے اور ادب اس کا لباس، کیونکہ پہلے مرحلے میں زبان ہے، دوسرے میں اس کا ادب، اور اس کے بعد علم کا درجہ آتا ہے، اگر ہم یہاں زبان کی بات کرتے ہیں، تو سب سے پہلے قرآن و حدیث کی زبان ہے، اس کے بعد فارسی زبان ہے، کیونکہ اس میں دینی کتب کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے، نیز یہ ہمارے اُن بھائیوں کی زبان ہے، جو ایران، افغانستان، تاجکستان سریقول وغیرہ میں رہتے ہیں، اردو زبان کی اہمیت مسلّمہ ہے، جبکہ وہ ہماری قومی زبان ہے، جی ہاں، آج کی دنیا میں انگلش کی بھی بڑی اہمیت و ضرورت ہے، اس لئے کہ یہ عالمی زبان بن چکی ہے،

اس کے علاوہ یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ آپ اس سلسلے میں اپنے لوگوں کی بہترین خدمت کس طرح انجام دے سکتے ہیں، تاہم یہ بات یاد رہے کہ کوئی بھی لسان علم نہیں، یعنی زبان دانی کا نام علم نہیں ہو سکتا ہے، ہاں یہ بات درست ہے کہ ہر ایسی زبان علم کے لئے سیڑھی ہے، جس میں علمی کتابیں مہیّا کی گئی ہوں۔

تاویلی حکمت: پیغمبرِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: الحکمۃ ضالۃ المؤمن = حکمت مومن کی کھوئی ہوئی چیز ہے۔ یعنی جب مومن خدا کے نزدیک یا بہشت میں تھا تو اس وقت اس کے پاس علم و حکمت کے خزائن تھے، جب وہ اس دنیا میں آگیا، تو یہ دولتِ فراموش اور گم ہوگئی، لہٰذا اب ہر مومن اور مومنہ کے لئے اس متاعِ گم شدہ کی تلاش ضروری ہوگئی، یاد رہے کہ دین کی سب سے اعلیٰ باتیں سیم وزر، اور لعل و گوہر سے کہیں زیادہ گرانقدر ہیں، اس لئے وہ جہاں بھی ہوں صندوقِ حکمت میں مُقفّل ہیں، پس کلیدی حکمت کی بہت بڑی اہمیّت ہے۔

ایک اہم مثال: حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السّلام نے فرمایا: سلونی عمّا دونِ العرش = پہلا ترجمہ: مجھ سے ہر اس چیز کے بارے میں پوچھو جو عرش (کی حد) کے نیچے ہے۔ دوسرا ترجمہ: مجھ سے ہر

اس چیز کے بارے میں پوچھو جو نورِ عقل (عرش) کے تحت ہے۔ اگرچہ لفظی اعتبار سے پہلا ترجمہ غلط تو نہیں، لیکن اس میں صندوقِ حکمت مُقفّل ہی ہے، اور وہ لفظِ "عرش" ہے، جبکہ دوسرے ترجمہ میں یہ صندوق کھولا گیا ہے، اب اس وجہ سے دونوں ترجموں کے درمیان آسمان زمین کا فرق پیدا ہو گیا، پس علیؑ زمان صلوٰۃ اللہ علیہ اپنے نورِ عقل کی ہمہ گیر روشنی میں ہر چیز کا علم رکھتا ہے، اور کوئی شی نورِ عقل سے باہر اور برتر نہیں۔

سلونی کا مطلب: چشمِ بصیرت سے دیکھا جائے تو ہر زمانے کا امام مولا علی کی طرح "سَلُونی عمّا دونِ العَرش" کا فرمان صادر فرماتا ہے، اور وہ قول سے بڑھکر ایک عملی ہدایت ہے، یعنی شاہراہِ صراطِ مستقیم پر گامزن کر دیا جاتا ہے، تاکہ آگے سے آگے چل کر مومنین و مومنات نورِ عقل کا دیدار کریں، اور اس سے پوچھے بغیر ہر ہر سوال کا جواب حاصل کریں، (۵۷/۱۳، ۵۷/۲۸، ۵۷/۱۲) اور آیۂ کریمہ: فسئلوا اھلَ الذکر.... (۱۶/۴۳) اہلِ ذکر سے پوچھو، کا مطلب بھی یہی ہے کہ جو لوگ پیغمبروں کی روحانیت کو نہیں جانتے ہیں، وہ اہلِ ذکر (امامِ وقتؑ) سے اس طرح پوچھیں کہ اس کی ہدایت کے مطابق کامل و مکمل روحانیت کو حاصل کریں، تاکہ نورِ عقل کی روشنی میں ہر چیز کا علم حاصل ہو جائے۔

گہوارہ اور قبر میں علم؟ آنحضرت نے فرمایا: اطلبوا العلم من المھد الی اللحد۔ تم گہوارے سے لیکر قبر تک علم کی تلاش کرتے جاؤ۔ ظاہر ہے کہ طفلِ گہوارہ نہ تو علم کی تلاش کر سکتا ہے اور نہ ہی علم کو سمجھ سکتا ہے، اور قبر میں تو مُردہ ہے، وہ کس طرح علم کو ڈھونڈ سکتا ہے، چنانچہ اس کی تاویلی حکمت لازمی ہے، وہ یہ ہے کہ ہوشمند مومن شروع شروع میں طفلِ شیرخوار کی طرح اپنے آپ کو دینی معلّم کے سپرد کر دیتا ہے، تاکہ وہ اسے گہوارۂ فرمانبرداری میں باندھ کر شیرِ علم سے پرورش کرے، پھر وہ آگے چل کر یا تو نفسانی موت کا مزہ چکھ لیتا ہے، یا جسمانی موت سے مرجاتا ہے، پس ان دونوں میں سے جو بھی صورت ہو، اس مومن یا مومنہ کو ایک زندہ قبر یعنی ایک اعلیٰ ہستی مل جاتی ہے، جس میں اس کو روحانی تعلیم دی جاتی ہے۔

علم کے ساتھ لفظِ "طلب" کیوں؟ اس میں کیا راز پوشیدہ ہے کہ حدیث شریف میں حصولِ علم کے لئے جو حکم دیا گیا ہے، وہ اکثر لفظِ "طلب" سے شروع ہو جاتا ہے؟ یعنی فرمایا گیا ہے کہ علم طلب کرو (ڈھونڈو) یا علم تلاش کرو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ علم کی طلب و تلاش میں ذہنی اور خارجی ہر قسم کی حرکت اور جستجو لازمی ہے، خواہ وہ جسمانی مسافرت ہو یا روحانی سفر، چاہے وہ قرآن و حدیث کا گہرا مطالعہ ہو یا آفاق و انفس

Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

میں غور و فکر، غرض ان تمام حرکتوں کا نام طلبِ علم ہے، پس مومن اور مومنہ کی ہوشمندی اسی میں ہے کہ وہ ہمیشہ حصولِ علم کی خاطر اپنی ہر کوشش اور ہر گونہ حرکت کو جاری رکھے، تاکہ خداوندِ دوجہان اس کی پُر خلوص حرکت میں علم کی گوناگون برکتیں پیدا کرے۔ آمین!

ایک بڑا مشکل سوال اور اس کا جواب: ربّ العزّت کا ارشاد ہے:

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (۹۹/۱۵) پہلا ترجمہ: اور تم اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہو تاآنکہ تمہارے پاس موت آئے۔ دوسرا ترجمہ: اور تم اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہو تاکہ تم کو یقین آئے۔

یہ بڑا مشکل مسئلہ رہا ہے کیونکہ اکثر عُلَماء نے یقین سے موت مراد لی ہے، جبکہ دوسرے علماء کے نزدیک یقین کا مطلب موت نہیں، یقین ہی ہے، جسے آپ قلبی اطمینان بھی کہہ سکتے ہیں، تاہم دونوں ترجموں میں سوال باقی ہے، بلکہ کئی سوالات ہو سکتے ہیں، چنانچہ ترجمۂ اوّل سے یہ بحث ہے: ہر کام کا ایک آخری مقصد ہُوا کرتا ہے، لیکن عبادت کا مقصد ظاہری موت نہیں، اگر کوئی کہے کہ یہ نفسانی موت ہے تو بھی درست نہیں، کیونکہ ایسی موت بھی عبادت کی آخری حد نہیں ہو سکتی، معلوم ہے کہ انبیاء و اولیاء پر زندگی ہی میں نفسانی موت واقع ہو جاتی ہے، اور وہ حضرات ذکر و بندگی کو ترک نہیں کرتے ہیں۔

ترجمۂ دوم سے بحث: آیۂ شریفہ کا خطاب آنحضرتؐ سے ہے،

پھر کیا حضورِ انورؐ کو اس حکم سے پہلے ہی سے یقینِ کامل حاصل نہیں تھا؟ یہ کس طرح ممکن ہے کہ رسول اللہ کی عبادت ذاتی یقین کی حد تک محدود ہو؟

آخری جواب: آیۂ کریمہ کا خطاب اگرچہ نبیٔ اکرم سے ہے، تاہم نمونۂ ہدایت اہلِ ایمان کے لئے ہے، اور اس قسم کا ارشاد بڑا خاص ہوا کرتا ہے، چنانچہ میں ولیٔ زمان صلوٰۃ اللہ علیہ کی تائیدِ یاری سے اس آیۂ مبارکہ کی کچھ حکمتیں بیان کرنے کے لئے سعی کرتا ہوں کہ یقین کے تین بڑے درجے ہیں: علم الیقین، عین الیقین، اور حق الیقین، پھر ہر بڑے درجے کے بہت سے ذیلی درجات ہیں، چنانچہ حکم ہوا کہ اے مومنِ مُوَحّد تو اپنے ربّ کی ہر عبادت اس معیار سے کر کہ نتیجے کے طور پر یقین کی روشنی اور اطمینانِ قلبی حاصل ہو جائے۔

دوسری حکمت یہ ہے کہ جس طرح ہر عبادت کے نتیجے میں ایک ایک ذیلی یقین کی روشنی یعنی تائیدی علم وغیرہ ضروری ہے، اسی طرح مجموعی بندگی کا ثمرہ کسی بھی مرحلے میں بصورتِ حق الیقین مل سکتا ہے، کیونکہ جزو دلیل ہے کُلّ کے لئے، اللہ تبارک و تعالیٰ چاہتا ہے کہ مومنین و مومنات اس درجہ سے بھی بہت آگے جائیں، جہاں ہر عبادت کے نتیجے میں یقین کی روشنی نظر آتی ہے، جیسا کہ حکم ہے: اے بنی آدمؑ ہر عبادت میں اپنی (روحانی) زینت سے آراستہ ہو جاؤ (۳۱/۷)

یعنی اے آدمِ زمانؑ کے بیٹو تم ہر عبادت اس پاکیزگی سے کرو کہ اس کا نتیجہ روحانی روشنی اور علم ہو۔

تیسری حکمت: جنّ و انس کی تخلیق کا مقصد اللہ کی عبادت و معرفت ہے (۵۱/۵۶) معرفت کا دوسرا لفظ یقین ہے، یقین کا آخری اور سب سے بڑا درجہ حق الیقین کہلاتا ہے، جہاں دوسری تمام حقیقتوں اور معرفتوں کے ساتھ ساتھ فنا فی اللہ کا مشاہدہ بھی ہے، چونکہ فنا فی اللہ کے بعد بقا باللہ کا مرتبہ آتا ہے، جس کو ہم عقلی جنم بھی کہہ سکتے ہیں، جہاں سے خدا کے دوستوں کی حقیقی زندگی کا آغاز ہو جاتا ہے، چنانچہ کُلّ مَن عَلَیھا فانٍ (۵۵/۲۶) میں بطریقِ حکمت فنا فی اللہ کا ذکر فرمایا گیا ہے،

وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ (۵۵/۲۷)

میں بقا باللہ کا بیان ہے، اور اس کے بعد ارشاد ہے کہ اس انتہائی اعلیٰ مقام پر جو نعمتیں ہیں، ان کو تم دونوں (یعنی گروہِ جنّ و انس) کیسے جھٹلاؤ گے۔

نصیر الدین نصیر ہونزائی

تحریر: گلگت میں، تحقیق و اضافہ: کراچی میں

۳، جمادی الثانی ۱۴۱۴ھ

۱۸، نومبر ۱۹۹۳ء

فہرستِ چہل حکمتِ جہاد

نمبر شمار	حکمت	ص
۱	سیاسی اور عقلی جنگ	۲۷
۲	اتحادِ بین المسلمین	۲۷
۳	محاذِ جنگ پر روحانیت	۲۷
۴	سب سے بہترین موت	۲۸
۵	اللہ والے	۲۸
۶	چھوٹی جماعت	۲۸
۷	سب سے چھوٹا ہتھیار۔ فلاخن	۲۸
۸	جہاد میں تقویٰ اور صبر	۲۹
۹	صوفیانہ جہاد	۲۹
۱۰	سب سے بہترین زمانہ	۲۹
۱۱	ہوشمند مجاہد	۳۰
۱۲	جہادِ اکبر	۳۰
۱۳	جہاد اسلام کا ایک اہم رکن	۳۱
۱۴	سیف و قلم	۳۱

ISW LS Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science Knowledge for a united humanity

نمبر شمار	حکمت	ص
۱۵	خدا کا ہر وعدہ مشروط ہے	۳۱
۱۶	اسلام ایک عظیم درخت	۳۲
۱۷	قرآن کے علم الاشارہ میں ہر چیز کا بیان	۳۲
۱۸	قرآنی اشارات کی بہت بڑی اہمیت	۳۳
۱۹	قرآن اور تسخیر کائنات	۳۳
۲۰	فرشتوں کی مدد کی شرطیں	۳۳
۲۱	اجتماعی نافرمانی	۳۴
۲۲	بزرگی کا معیار کیا ہے؟	۳۴
۲۳	عبادت کی مشقیں اور جنگی مشقیں	۳۵
۲۴	صبر اور نماز	۳۵
۲۵	"فطرت" اسلام کا نام ہے	۳۵
۲۶	دو بھلائیوں میں سے ایک	۳۶
۲۷	سب سے بڑی عبادت	۳۶
۲۸	خدا کے رنگ میں رنگین ہو جانا	۳۷
۲۹	مومن سپاہی کی ورزش بھی عبادت ہے	۳۷
۳۰	خوف کس روح میں ہے؟	۳۸
۳۱	خوفِ بیجا اور خوفِ خدا	۳۹

Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

نمبر شمار	حکمت	ص
۳۲	علاج کی تین کتابوں کا مطالعہ	۳۹
۳۳	قرآنی حکمت کا مطالعہ	۴۰
۳۴	دردو الم کس روح کی خاصیت ہے؟	۴۰
۳۵	فنا کے تین مراتب	۴۰
۳۶	فنا اور حدیثِ قدسیؔ نوافل	۴۱
۳۷	بہشت میں شہید کی ایک تمنا	۴۱
۳۸	شہید روحاً نہیں مرتا	۴۲
۳۹	ایک کو زندہ کیا تو گویا سب کو زندہ کیا	۴۲
۴۰	اسلامی لشکر کے لئے دعا	۴۳

Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

چہل حکمتِ جہاد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حکمت۔۱: پاکستان بنانے کے سلسلے میں جو سیاسی اور عقلی جنگ لڑی گئی، جیسی جانی اور مالی قربانیاں پیش کی گئیں، اور جس نوعیت کا عظیم جہاد کیا گیا، اس میں اسلام کے تمام مکاتبِ فکر کے رہنماؤں اور علماء نے عملاً حصہ لیا، لہٰذا اب ہمارے لئے یہ امر ضروری بھی ہے اور باعثِ فخر بھی کہ ہم پاکستانی لشکر میں شامل ہو کر اپنے ملک وملّت کی حفاظت و پاسبانی کریں۔

حکمت۔۲: فرقہ واریت اور انتشار کے تلخ تجربوں کے بعد اب اتحاد بین المسلمین کی انتہائی ضرورت محسوس ہو رہی ہے، اور یہ تحریک سب سے پہلے افواجِ پاکستان کی بدولت بڑی حد تک کامیاب ہو سکتی ہے، بشرطیکہ ملک وملّت کی مضبوطی کی خاطر ہر قسم کے تعصّب سے گریز کیا جائے۔

حکمت۔۳: حضراتِ اصحاب رضوان اللہ علیہم میں سے بعض نے محاذِ جنگ پر روحانیت کے عجائب و غرائب کا مشاہدہ کیا تھا اور انکی روحانی ترقی ہوئی تھی، کیونکہ ایسے میں خدا کی یاد کثرت سے ہونے لگتی ہے، اور نزولِ ملائکہ کا عالم ہوتا ہے۔

حکمت۔۴: سب سے بہترین موت شہادت ہے جو ظاہری بھی ہے اور باطنی بھی، اور یہی شہادت دراصل حیاتِ طیّبہ کہلاتی ہے، جیساکہ قرآن پاک کا ارشاد ہے، ترجمہ: اور جو لوگ خدا کی راہ میں شہید کئے گئے ہیں انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا، بلکہ وہ لوگ جیتے (جاگتے موجود) ہیں اپنے پروردگار کے ہاں سے (وہ روحانی اور عقلی) روزی پاتے ہیں ($\frac{۳}{۱۶۹}$)۔

حکمت۔۵: یہ ربّانی تعلیم سورۂ آلِ عمران میں ہے، ترجمہ: اور ایسے پیغمبر بہت سے گزر چکے ہیں جن کے ساتھ بہتیرے اللہ والوں نے (راہِ خدا میں) جہاد کیا اور پھر ان کو خدا کی راہ میں جو جو مصیبت پڑی ہے نہ تو انہوں نے ہمّت ہاری اور نہ بوداپن کیا اور نہ (دشمن کے سامنے) گڑگڑانے لگے اور صبر کرنے والوں سے خدا محبت کرتا ہے ($\frac{۳}{۱۴۶}$)۔

حکمت۔۶: حضرتِ طالوت کے قصّہ قرآن میں ہے: ترجمہ: بہت دفعہ ایسا ہوا ہے کہ خدا کے حکم سے چھوٹی جماعت بڑی جماعت پر غالب آگئی ہے اور خدا صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے ($\frac{۲}{۲۴۹}$)۔

حکمت۔۷: مذکورہ قصّہ میں یہ بھی ہے: وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ ($\frac{۲}{۲۵۱}$) داوٗد نے جالوت کو قتل کیا۔ قرآنِ کریم کی ہر آیۂ مقدسہ میں اہلِ ایمان کے لئے بہت سی سبق آموز نصیحتیں ہیں، چنانچہ

یہ قصہ مشہور ہے کہ حضرت طالوت کے زمانے کا سب سے بڑا کافر پہلوان جالوت تھا، جس کو حضرت داؤد نے اس طرح قتل کیا کہ فلاخن (مقلاع، گوپن، گوپھن) میں پتھر رکھا اور جیسا کہ معمول ہے کچھ دور رہ کر فلاخن کو گھمایا اور اس کا پتھر جالوت کی پیشانی میں گولی کی طرح لگا اور دماغ کے وسط تک پہنچا۔

حکمت - ۸ : اگر مجاہدین نے پہلے ہی سے اپنی ذات میں تقویٰ اور صبر جیسے عالیشان اوصاف پیدا کر لئے ہیں، تو وعدۂ الٰہی کے مطابق میدانِ جنگ میں فرشتے ان کی مدد کر سکتے ہیں، اور وہ روحانیت کی روشنیوں اور کرامتوں کا مشاہدہ کر سکتے ہیں، کیونکہ ایمانِ کامل اور جذبۂ جہاد سے روحانیت کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

حکمت - ۹ : جس شخص نے صوفیانہ جہاد کیا اور کامیاب ہو گیا تو وہ خدا کے فضل و کرم سے جہادِ ظاہر کے روحانی بھیدوں کے بارے میں گفتگو کر سکتا ہے، کیونکہ دونوں جہاد کا روحانی نتیجہ ایک جیسا ہوتا ہے تاکہ عالمِ شخصی میں علم و معرفت کی ہر چیز موجود ہو۔

حکمت - ۱۰ : زمانۂ نبوّت تاریخِ اسلام کا سب سے بہترین زمانہ شمار ہوتا ہے، اس میں آج کی طرح اسلامی عسکر کا ادارہ الگ تھلگ نہ تھا، بلکہ اہلِ ایمان (مرد و زن) سب کے سب اسلامی لشکر کے سپاہی تھے، اس سے کئی ایک روشن حقیقتیں چشمِ بصیرت کے سامنے آتی ہیں:

الف: جہاد بڑا اہم فریضہ ہے، جس میں ہر تندرست مسلمان کا شامل ہو جانا ضروری ہے۔

ب: خدا اور رسولؐ کی سب سے بنیادی سنّت یہ رہی ہے کہ مسلمین ہمیشہ متحد و متفق ہو جائیں۔

ج: پاکستان آرمی کے علاوہ یہاں کے دوسرے مسلمانوں خصوصاً جوانوں کو بھی جنگی تربیت دینے کی سخت ضرورت ہے، کیونکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کے زمانے میں ہر مسلمان اپنے وقت کے آلاتِ حرب کو جہاد میں بخوبی استعمال کر سکتا تھا۔

حکمت۔۱۱: ہوشمند مجاہد مقررہ نماز و عبادت کے علاوہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے بابرکت ذکر میں مصروف رہتا ہے، تاکہ شیطان اپنے وسوسوں کے سلسلے میں اس کے دل میں خوفِ بیجا نہ ڈال سکے، اگر خدائے جلیل و جبّار کی پُرحکمت یاد مسلسل اور مکمّل ہے تو وہ ایک سرچشمۂ نور ہے، جس سے بے شمار کرنیں پھوٹتی ہیں، ان میں کوئی کرن مسرّت و شادمانی ہے، کوئی توفیق و ہدایت، کوئی علم و حکمت، کوئی ذوقِ عبادت، کوئی دینی محبت، کوئی شوقِ شہادت، وغیرہ۔

حکمت۔۱۲: مجاہدین کے لئے محاذ اور میدانِ جنگ باعثِ رحمت ہے، کیونکہ آدمی کا نفسِ امّارہ اپنی سرکشی سے کبھی باز نہیں آتا، مگر میدانِ جہاد جیسے حالات میں، یہی سبب ہے کہ پیغمبرِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے کسی غزوہ سے واپس ہوتے

Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

ہوتے اصحابِ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا کہ: ہم چھوٹے جہاد سے (فارغ ہوکر) بڑے جہاد کی طرف واپس ہو رہے ہیں۔ یعنی نفسِ امّارہ کے خلاف لڑنا جہادِ اکبر ہے) اس کا مطلب یہ ہوا کہ نفسانی جہاد کے لئے بڑی آسانی جسمانی جہاد کے فوراً بعد ہی ممکن ہے، اور اگر موقع سے فائدہ نہیں اٹھایا گیا، اور وقت گذرتا گیا تو پھر مشکل ہے۔

حکمت ۔۱۳: اس کتاب میں بجا طور پر جہاد، مجاہد اور میدانِ جنگ کے بارے میں اسلامی ہدایات درج کی گئی ہے اور یہ باتیں قابلِ ستائش ہیں، کیوں نہ ہو، جبکہ ہر بات قرآنِ حکیم اور حدیثِ شریف کی روشنی میں کہی گئی ہے اور جبکہ جہاد اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔

حکمت ۔۱۴: ایک ساتھ سیف و قلم جیسی دنیا کی دونوں سردار چیزوں کی مہارتِ تامّہ حاصل کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں، لیکن اس معاملے میں میجر جنرل فضل غفور صاحب اور ان کے ساتھی آفیسرز قابلِ مبارک باد اور لائقِ تعظیم ہیں کہ انہوں نے اللہ کی رحمت و مہربانی سے ایک ایسا علمی کارنامہ انجام دیا، جو ہمارے پیارے پاکستان کی نامور افواج کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہو سکتا ہے۔

حکمت ۔۱۵: قرآنِ کریم میں خدائے بزرگ و برتر کا کوئی ایسا وعدہ موجود نہیں، جس کے متعلق ہم یہ سمجھ بیٹھیں کہ جہالت، بےعملی، اور تفرقہ کے باوجود ہم دنیا میں غالب و فاتح ہوتے چلے جائیں گے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ پاک کا ہر وعدہ علم و عمل سے مشروط ہے،

اور اس ضمن میں جو کچھ فرمایا گیا ہے، اس میں کوئی انوکھی اور نرالی بات نہیں، مثال کے طور پر اگر میدانِ جنگ میں آسمانی تائید کی شرط تقویٰ اور صبر ہے تو یہ کوئی نئی شرط نہیں، جبکہ یہ مومن کے ہر مقبول قول و فعل کی جان ہے۔

حکمت ۔۱۶ : ہر عظیم اور کُلی چیز کا وجود اس حالت میں قائم و باقی رہ سکتا ہے، جبکہ وہ کامل و مکمل اور واحد و سالم ہو، تقسیم نہ ہو، ٹوٹ نہ جائے، اور اس کے اجزا الگ الگ نہ ہو جائیں، چنانچہ مسلمان اس وقت فرقہ فرقہ تو ہو چکے ہیں، لیکن پھر بھی اس کا چارۂ کار باقی ہے، وہ یہ کہ ہم ایک ایسے عظیم درخت کی طرح متحد و متفق ہو جائیں، جس کی بہت سی شاخیں ہوتی ہیں، درخت کی شاخیں الگ الگ تو ہیں، لیکن منقطع نہیں، مربوط ہیں، اور درختِ اسلام کی یہی شان بڑی عظیم ہے۔

حکمت ۔ ۱۷ : کتنی بڑی غفلت و نادانی سرزد ہوئی کہ ہم نے ہدایت نامۂ سماوی (قرآن) کی بیمثال حکمتوں میں بروقت غور و فکر نہیں کیا، جسکی وجہ سے ہم سائنس، ٹیکنالوجی اور مادّی ترقی میں دوسروں سے بہت پیچھے رہ گئے، حالانکہ اللہ کی پُرحکمت کتاب کے علم الاشارات میں سب کچھ موجود ہے، جیسا کہ ارشاد ہے : ونزلنا علیک الکتٰب تبیانًا لکل شیء = اور ہم نے تم پر کتاب (یعنی قرآن) نازل کی جس میں ہر چیز کا بیان ہے $(\frac{16}{89})$ ۔

حکمت۔۱۸: شاید اس بات سے کسی کو تعجب اور حیرت ہو کہ قرآن کریم میں دیگر بہت سے علوم کے ساتھ ساتھ "علم الاشارہ" بھی موجود ہے، کیونکہ اشارہ خدائے علیم و حکیم کے نزدیک ایک پسندیدہ چیز ہے، جبکہ لفظِ "اشارہ" وحی کا ہم معنی ہے، اس کی ایک مثال کے لئے ہم سورۂ انفعال سے رجوع کرتے ہیں، فرمایا گیا: (ترجمہ) اور تم ان کفار کے (مقابلہ کے) واسطے جہاں تک تم سے ہو سکے قوت اور بندھے ہوئے گھوڑے سے تیاری کرو (۸/۶۰) پس یہاں لفظِ قوت (طاقت) ایک غیر محدود اشارہ ہے، جس میں ہر زمانے کی تمام جنگی قوتوں کا ذکر ہے۔

حکمت۔۱۹: آیا قرآنِ مجید میں تسخیرِ کائنات کا موضوع نہیں ہے (۲۲/۶۵، ۳۱/۲۰، ۴۵/۱۲)؟ اگر ہے تو اس کا تعلق کن لوگوں سے ہے؟ اور قرآنِ عظیم کا خطاب کس قوم سے ہوا ہے؟ کیا اس موضوع کا بیان ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایتِ بے نہایت اور اپنے محبوب رسولؐ کی وجہ سے مسلمانوں کے لئے کائنات کی تمام چیزیں بحدِ قوت (POTENTIALLY) مسخر کر دی ہیں؟ پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ اللہ کی یہ مادّی نعمتیں غیروں کے پاس ہیں، اور ہم ان کے دست نگر ہیں؟

حکمت۔۲۰: احکامِ دین کی بجا آوری کا سب سے اعلیٰ مقصد پروردگارِ عالم کی خوشنودی ہی ہے، جس میں دین و دنیا کی

صلاح و فلاح مضمر ہے، اس کے علاوہ ہر حکم کی تعمیل میں بہت سے ذیلی اور ضمنی فائدے بھی ہیں، مثال کے طور پر اگر نماز حقیقی معنوں میں ادا کی جائے تو اس کا فوری ثمرہ یہ ہے کہ ایسا نمازی ہر بے حیائی اور برائی سے محفوظ رہتا ہے (۲۹/۴۵) اور روزہ اسکی روح کے ساتھ رکھنے سے مومن میں تقویٰ کی صفت پیدا ہو جاتی ہے (۲/۱۸۲) اب اگر ایسا مومنِ مجاہد میدانِ جنگ میں جاتا ہے تو یقینی امر ہے کہ خدا کے حکم سے فرشتے اسکی مدد کریں گے، اور اگر مصلحتِ ربّانی اس کے شہید ہو جانے میں ہے تو پھر بھی فرشتے اس کے ساتھ ہوں گے (۴۱/۳۰)۔

حکمت۔ ۲۱: زمانہ بڑی تیزی سے بدل رہا ہے، دنیا کی بڑی بڑی قومیں آپس میں مل کر ایک ہو رہی ہیں، حالانکہ ان کے پاس کوئی ایسی آسمانی کتاب موجود و محفوظ نہیں، جیسے ہمارے پاس قرآنِ عظیم ہے، لیکن افسوس کی بات ہے کہ ہم لوگ ملی وحدت و سالمیت کی بے شمار نعمتوں کو ضائع کرتے ہوئے فرقہ واریت کے فتنوں کو برپا کر رہے ہیں، یہ بہت بڑی اجتماعی نافرمانی ہے۔

حکمت۔ ۲۲: دینِ اسلام کے تمام قولی و فعلی عبادات کے جوہر کا نام تقویٰ ہے، اور تقویٰ کے معنی ہیں: خوفِ خدا، پرہیزگاری، پارسائی، اپنے آپ کو گناہ سے بچانا، اور قرآنِ حکیم نے خوفِ خدا (تقویٰ) کو خصوصی علم کے ساتھ مربوط (۳۵/۲۸) کر کے اسے بزرگی کا معیار قرار دیا (۴۹/۱۳) اس میں کوئی شک نہیں کہ تقویٰ کے معنی

میں انبیا و اولیا کے اوصاف و کمالات کے جوہر کا تذکرہ ہے، کیونکہ دراصل یہ وصف انہی حضرات کا خاصہ ہے، اور انہی قدسیوں سے اس کا فیض اہلِ ایمان کو ملتا رہتا ہے۔

حکمت ۲۳: جس طرح ہر کامیاب اور نامور فوج اپنی جنگی مشقیں عملی جنگ سے پہلی ہی مکمل کر لیتی ہے، اور اسی پر اکتفاء نہیں کرتی، بلکہ انہیں جاری بھی رکھتی ہے، اسی طرح خدا کے شیروں یعنی مجاہدین کے لئے یہ امر بیحد ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ اپنی جملہ عبادات کو اسلام کی روح کے مطابق بجا لائیں، تاکہ میدانِ جنگ میں ان کی دعا قبول ہو، اور آسمانی تائید و نصرت ان کے ساتھ رہے۔

حکمت ۲۴: ارشادِ باری تعالیٰ کا ترجمہ ہے: اے ایمان والو! تم صبر اور نماز کے ذریعے سے (خدا کی) مدد مانگو ($\frac{۲}{۱۵۳}$) لیکن یہاں یہ جاننا انتہائی ضروری ہے کہ صبر جیسا اعلیٰ وصف ایک دن میں پیدا نہیں ہو سکتا، اور نہ مذکورہ نماز غافلوں کی نماز ہو سکتی ہے، جن کے بارے میں ارشاد ہوا ہے (ترجمہ): پس ان نمازیوں کے لئے تباہی ہے جو اپنی نماز سے غافل رہتے ہیں (یعنی وہ نماز تو پڑھتے رہتے ہیں، لیکن وہ ان کے دل کی گہرائی میں نہیں اترتی، کیونکہ ان میں عاجزی اور خوفِ خدا نہیں)۔

حکمت ۲۵: اسلام آفاقی دین ہے، اس لئے یہ دینِ فطرت کہلاتا ہے، بلکہ لفظِ فطرت خود اس دین کے ناموں میں سے ہے،

جیسا کہ ارشادِ نبوی ہے : **کُلُّ مولود یولد علی الفطرۃ.....**
...... ہر بچہ اسلام پر پیدا ہو جاتا ہے... یہ بات اہلِ دانش کے نزدیک معمولی ہرگز نہیں، بڑی انقلابی ہے کہ دنیا بھر کے نوزائیدہ بچے پیدائشی مسلمان ہوا کرتے ہیں، مگر ان میں سے اکثر بچے والدین کی وجہ سے دوسرے ادیان میں چلے جاتے ہیں، پیغمبرِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشادِ مبارک میں بڑی عجیب و غریب حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

حکمت ۔۲۶ : ہمارے بہادر اور نامور مجاہدین کے لئے ایک خاص قابلِ توجہ نکتہ یہ بھی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بے پناہ رحمت و مہربانی سے میدانِ جنگ میں دو بھلائیوں میں سے ایک کو حاصل کرنے والے ہیں، وہ فتح ہے یا شہادت، اور یہ نظام قرآنِ پاک میں اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ (دو بھلائیوں میں سے ایک) کہلاتا ہے، (۹/۵۲) اور یہ بہت بڑی سعادت صرف اہلِ ایمان کو نصیب ہوتی ہے۔

حکمت ۔۲۷ : خداوند تعالیٰ حقیقی بادشاہ اور ہم سب اس کے عباد، غلام، اور بندے ہیں، اللہ کی عبادت، غلامی، اور بندگی دراصل ایک ہی چیز ہے، تاہم اردو ادب میں لفظِ غلامی زیادہ قابلِ فہم ہے، اس لئے ہم یہاں کچھ دیر کے لئے عبادت کو اللہ کی غلامی کہیں گے، چنانچہ دینِ اسلام میں نیت، قول، اور فعل کے سلسلے میں ہم خدا کی غلامی کرنے کے پابند ہیں، اب ہم سوال کرتے ہیں کہ حقیقی بادشاہ کی نظر میں اپنے غلاموں کی کونسی غلامی زیادہ سے

زیادہ پسند ہے؟ قرآنِ کریم اور حدیثِ شریف کی روشنی میں اس کا جواب بڑا آسان ہے، وہ اس طرح کہ جو غلامی سب سے زیادہ مشکل ہو، اور جس میں مسلمانوں کا اجتماعی فائدہ ہو، وہی غلامی اللہ کو زیادہ پسند ہے، اس مثال سے ظاہر ہے کہ مجاہدین سب سے بڑی عبادت میں مصروف ہیں، اور ہر وہ شخص بھی ایسی عبادت کر رہا ہے، جو حقیقی معنوں میں قوم کا خادم ہو۔

حکمت۔ ۲۸: اللہ تبارک و تعالیٰ ہرگز کسی چیز کا محتاج نہیں، لیکن اس کی رحمت و نوازش کی شان کتنی انوکھی اور نرالی ہے کہ وہ ہمیں جان و مال عطا کر دیتا ہے، پھر اس عظیم احسان پر انتہائی عظیم احسان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ: یقیناً اللہ نے مومنین سے انکی جانوں اور انکے اموال کو بہشت کی قیمت پر خرید لیا (۹/۱۱۱) پھر اسکی عنایات کا کیا کہنا کہ اللہ کا کیا ہوا سودا جہاد کے دن تک مومنین ہی کے پاس امانت رہتا ہے، تاکہ وہ اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں، یہاں ایک نکتۂ دل نشین یہ ہے کہ اگر جہاد کے بیشتر قرآنی فضائل اشاراتِ حکمت میں نہ ہوتے، اور ہر شخص انکو سمجھ سکتا تو کوئی مومن بسترِ علالت پر مرنا پسند نہ کرتا، وہ اپنی شہادت کے خون سے رنگین ہونے کو صبغۃ اللہ (۲/۱۳۸) قرار دیتا۔

حکمت۔ ۲۹: دنیا کے نامور کھلاڑیوں اور مشہور پہلوانوں کو دیکھ کر کوئی آدمی دل ہی دل میں یوں کہتا ہوگا کہ کاش میں بھی ایسا ہوتا!

لیکن اس دُنیوی شہرت کی کوئی اہمیت ہی نہیں، اگر مومن سپاہی طرح طرح کے مردانہ کھیلوں سے اپنے آپکو جہاد میں سختی برداشت کرنے کا عادی بنالیتا ہے تو یہ بھی عبادت ہے، ورنہ کھیل اور پہلوانی صرف دنیا کا ایک تماشا ہے، اور دین کی نظر میں وہ کوئی بہادری نہیں، شجاعت، دلیری، بہادری، اور مردانگی میدانِ جہاد میں ظاہر ہوتی ہے، اسی لئے فوجی اعزازات مقرّر ہیں، اور ان میں چوٹی کا اعزاز "نشانِ حیدر" ہے۔

حکمت ۔ ۳۰: انسانِ کامل میں چار روحیں ہوتی ہیں، چوتھی روح کا نام روحِ مقدس ہے، باقی انسانوں میں تین ہیں، جن کے نام یہ ہیں: روحِ نباتی، روحِ حیوانی، اور روحِ انسانی، اب ایک بڑا دلچسپ اور مفید سوال کرنا ہوگا، بتایئے کہ خوف ان تینوں میں سے کس روح کا خاصہ ہے؟ اور غصّہ کس روح کا؟ اس کا جوابِ شافی یوں دیا جائے گا کہ ہم درخت، جانور، اور آدمی پر نظر ڈال کر ریسرچ کرتے ہیں، تو اس میں ہمیں پتا چلتا ہے کہ خوف اور غصّہ درخت میں نہیں، جب ہم حیوان پر آتے ہیں، تو یہ دونوں خاصیتیں اسی میں پائی جاتی ہیں، اسکا مطلب یہ ہوا کہ خوف اور غصّے کا مقام نہ تو روحِ نباتی ہے اور نہ ہی روحِ انسانی، بلکہ یہ روحِ حیوانی میں موجود ہے، اب مذکورہ سوال کا جواب مہیا ہوگیا، اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بیماری کی جڑ کہاں ہے۔

حکمت ۔۳۱ : خوف جو ہماری روحِ حیوانی میں ہے، اس کا کُلّی خاتمہ نہ تو مصلحت ہے اور نہ ممکن، بلکہ اسکو قرآن اور اسلام کے نُسخۂ لاہوت کے زیرِ اثر خوفِ بیجا سے خوفِ خدا بنانا چاہیئے، اور یہ بات ناممکن نہیں، اسی علاج کے بارے میں ارشاد ہوا ہے: اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (۱۳/۲۸) یاد رکھو کہ خدا ہی کے ذکر سے دلوں کی تسلّی ہوا کرتی ہے۔ انسانی قلب میں بہت سی اخلاقی اور روحانی بیماریاں ہوتی ہیں، ان سب کا علاج اللہ کی یاد میں ہے، جس کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہنا چاہیئے، تب ہی دل خوفِ بیجا اور دوسری تمام کمزوریوں سے پاک صاف ہو کر اللہ تعالیٰ کی توفیق و ہدایت کی روشنی سے منوّر ہو جائیگا، آپ اپنے دینی اور دُنیوی فرائض کے ساتھ ساتھ ذکرِ کثیر کا طویل سلسلہ شروع کر کے دیکھیں، ان شاء اللہ، توقع سے زیادہ کامیابی ہو گی۔

حکمت ۔۳۲ : کیا کوئی عزیز یہ خیال کرے گا کہ میں اس سلسلے میں جہاد کے موضوع سے ہٹ کر بات کر رہا ہوں؟ ہرگز ایسا نہیں، بلکہ یہ ایک مزید مفید تجویز ہے کہ میری تین کتابوں کا مطالعہ کیا جائے، جو قرآنی علاج، علمی علاج، اور روحانی علاج کے نام سے ہیں، یہ تجویز اس لئے ہے کہ ان کتابوں میں میری پوری زندگی کے خاص خاص تجربات نام لئے بغیر درج ہوئے ہیں، اور یہ خدا کے فضل و کرم سے مشرق و مغرب میں پھیل رہی ہیں۔

حکمت-۳۳ : اگر ہو سکے تو آپ قرآن حکیم کو حکمت کے ساتھ پڑھیں، کیونکہ آپ کو معلوم ہے کہ سرورِ انبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا : **الحکمۃ ضالۃ المؤمن** (حکمت مومن کی گم شدہ چیز ہے) پس ہر مومن کی ہوشمندی یہ ہے کہ غور و فکر کے ذریعے سے قرآنی حکمت کی تلاش میں لگے رہے، اور قرآن پاک میں حکمت کی تعریف اس طرح فرمائی گئی ہے : **ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً** (۲/۲۶۹) اور جس کو (خدا کی طرف سے) حکمت عطا کی گئی تو اس میں شک ہی نہیں کہ اسے خوبیوں کی بڑی دولت ہاتھ لگ گئی۔

حکمت-۳۴ : قبلاً ہم نے یہ سوال اٹھایا تھا کہ خوف اور غصّہ انسان کی کس روح میں ہے؟ اب ہم ایک اور مفید سوال کرتے ہیں : سو بتائیے کہ درد و الم کس روح کی خاصیت ہے؟ کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں جنگ میں کوئی خوف نہ ہو، اور اگر ہم زخمی ہو جاتے ہیں تو درد نہ ہو یا کم سے کم ہو، چنانچہ مذکورہ سوال کا جواب یہ ہے کہ درد کا احساس بھی روحِ حیوانی ہی میں ہوتا ہے، پس اس کا علاج بھی ذکرِ کثیر ہی میں ہے، یعنی ہماری عادت ایسی ہو کہ ہم کثرت سے خدا کو یاد کریں، تاکہ محویت و فنائیت کا کوئی مقام حاصل ہو، جس کی برکت سے درد ختم ہو جائے، یا کم ہو جائے۔

حکمت-۳۵ : صوفیوں کا تصوّرِ فنا حقیقت کی طرف جانے کے لئے پُل کا کام دے رہا ہے، وہ اس طرح ہے : فنا فی الشیخ / فی المرشد / فی الامام

پھر فنا فی الرسولؐ، اور آخر میں فنا فی اللہ و بقا باللہ، میں سمجھتا ہوں کہ وہ سالک جو شیخ یا مرشد یا امام میں فنا ہو جاتا ہے، وہ روحانیت کا غیر معمولی تجربہ اور علم رکھتا ہوگا، ورنہ ایسی فنا کے کیا معنی ہو سکتے ہیں۔

حکمت ۳۶ : فنا صرف آخرت میں حاصل ہوتی ہے یا دنیا میں بھی ؛ جواب کے لئے اس حدیثِ قدسی میں غور کریں (ترجمہ) "اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے قرب حاصل کرتا ہے، یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، پس جب میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے، اور اسکی آنکھ ہو جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں، جس سے وہ پکڑتا ہے، اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں، جس سے وہ چلتا ہے" (صحیح بخاری، جلدِ سوم، کتابِ رقاق) اس حدیثِ قدسی میں بہت سے کلیدی مسائل کے جوابات موجود ہیں۔

حکمت ۳۷ : آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے : ما احد یدخل الجنّۃ یحب ان یرجع الی الدّنیا وما لہ علی الارض من شیءٍ الّا الشّھید یتمنّیٰ ان یرجع الی الدّنیا فیقتل عشر مرّات لمّا یریٰ من فضل الشّھادۃ۔

(ترجمہ) جنت میں پہنچنے کے بعد کوئی شخص بھی دنیا میں لوٹنا پسند نہیں کرتا کیونکہ زمین پر اس کا کچھ نہیں رہ جاتا، مگر شہید جب شہادت کے انعامات کو دیکھتا ہے تو یہ تمنا کرنے لگتا ہے کہ کاش وہ دنیا

میں لوٹا دیا جائے اور دس بار قتل ہو۔ (گلستانِ حدیث، ص ۲۸)۔

حکمت۔ ۳۸: شہید جسماً قتل تو ہو جاتا ہے، لیکن روحاً نہیں مرتا، کیونکہ جہادِ اصغر اور جہادِ اکبر کے شہداء کی ارواح حضرتِ ربّ العزّت کے سرچشمۂ نور میں پہلے ہی سے زندہ ہیں، انکو وہاں بہشت میں عقلانی، روحانی اور لطیف جسمانی نعمتیں مل رہی ہیں، وہ ان بیمثال نعمتوں سے بیحد شادمان ہیں، انکی وجہ سے ان کے پس ماندگان وغیرھم پر جس طرح اللہ مہربان ہو رہا ہے، اس سے بھی وہ پھولے نہیں سماتے ہیں۔

حکمت۔ ۳۹: سورۂ مائدہ ($\frac{5}{27-32}$) میں قصۂ ہابیل وقابیل کو خوب غور سے پڑھ لیں، اور اس حکمت کو جاننے کے لئے کوشش کریں کہ جس نے ایک آدمی کو ناحق قتل کیا اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا، اور جس نے ایک شخص کو زندہ کیا (جان بچا دی یا علمی طور پر زندہ کیا) تو اس نے گویا سب لوگوں کو زندہ کیا۔ آدم علیہ السّلام اپنے وقت میں ایک فرد تھے، مگر آج آپ اپنی نسل کی وجہ سے دنیا بھر میں پھیل گئے، اگر ہابیل کو قتل نہ کیا جاتا تو وہ بھی آدم کی طرح ایک فرد سے بے شمار افراد ہو جاتا، پس قابیل نے تنہا ہابیل کو قتل نہیں کیا، بلکہ ایک عالمِ انسانیت کو مار ڈالا، جو اس سے پیدا ہونے والا تھا، چنانچہ اگر ہمارے سرفروش مجاہدین ملک اور علاقے کو دشمن کے حملوں سے بچاتے ہیں، تو وہ گویا ہر مسلمان کے عالمِ شخصی میں سے آنے والی بے حساب

نسلوں کو زندہ کر دیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ قرآن و حدیث میں جہاد کے اتنے بڑے فضائل بیان ہوئے ہیں۔

حکمت ۔ ۴۰: انتہائی عاجزی سے دعا ہے کہ پروردگارِ دانا و بینا عالمِ اسلام کو توفیقاتِ غیبی اور فتوحاتِ لاریبی کی لازوال دولت سے مالا مال فرمائے! ربّ العزت دنیا بھر کے مسلمانوں کو شاہ راہِ مستقیم پر ایک کر دے! اور اسلامی لشکر کو ہر مقام پر آسمانی تائید و نصرت نصیب ہو! آمین!!

علاّمہ نصیر الدّین نصیر ہونزائی

جمعرات ۲۷ ذیقعدہ ۱۴۱۳ھ ۲۰ مئی ۱۹۹۳ء

Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

علامہ نصیر ہنزائی کی شہرۂ آفاق تصنیف "قرآنی علاج" پر ڈاؤسن کالج مانٹریال کی سکالر بوستان کا تبصرہ

کتاب کا نام ــــــــــ قرآنی علاج
مصنف ــــــــــ علامہ نصیر الدین نصیر ہنزائی
شائع کردہ ــــــــــ خانۂ حکمت، ادارۂ عارف کراچی
انگریزی ترجمے کا عنوان ــــــــــ QURANIC HEALING
مترجمین ــــــــــ ڈاکٹر فقیر محمد ہنزائی اور رشیدہ نور محمد ہنزائی
صفحات کی تعداد ــــــــــ ۱۲۴

یہ کتاب ۲۵ ابواب پر مشتمل ہے جن میں سے ہر باب اپنے تیئں ایک جامع اکائی کی حیثیت رکھتا ہے، کتاب کی یہ وحدت اس کے مطالعے اور تحقیق کو اس معنی میں بہت سہل بنا دیتی ہے کہ موضوعاتی سلسلے میں ڈھلی اس کتاب کو قاری بآسانی سمجھتا چلا جاتا ہے۔

عام طور پر صحت اور بیماری کے موضوع کو جسمانی اور ذہنی دو قسموں پر تقسیم کیا جاتا ہے، جسمیں جسمانی صحت اور بیماری کا تعلق جسم سے اور ذہنی صحت و علالت کا تعلق ذہن سے ہے، کتاب ہٰذا صحت اور بیماری کے اس موضوع میں روحانی پہلو کو شامل کرنے کی غرض سے تحریر کی گئی ہے جس کا ذکر خود مصنف نے کتاب کے صفحہ ۲ پر کیا ہے۔

درحقیقت صحت اور بیماری کے موضوع کا یہ تیسرا اہم پہلو، جو روحانی صحت و علالت سے متعلق ہے، مغربی تشخیص کے طریقۂ کار میں اکثر و بیشتر نظر انداز کیا جاتا رہا ہے تاہم اب علاج کے اس

رُوحانی پہلو کے ناگزیر کردار و اثرات کی طرف توجہ مغربی طب اور خالص علمی میادین میں امتیازی حیثیت حاصل کر رہی ہے اور اس حقیقت کے پیشِ نظر نصیر ہنزائی صاحب کی اس کتاب کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

یہ کتاب اپنے مغربی اور مسلمان دونوں قارئین کو نئے سرے سے اسلام کے اس ہمہ گیر (WHOLISTIC) نظام سے متعارف کرواتی ہے جسمیں بندے، خدا، اور کائنات کی ہم آہنگی کا تصور مسلّمہ ہے، دوسرے لفظوں میں یہ ایک ایسا "نظریۂ علم" ہے جسمیں اسلام کے بنیادی تصور کے مطابق روحانی عالم جسمانی عالم سے باہم ملا ہوا ہے، ایک ایسا ہمہ گیر نظریہ جس کی بُنیاد مختلف عناصر کے مربوط عمل پر رکھی گئی ہو، اس نظریۂ ذرتیت یا جوہریت (AUTOMISTIC APPROACH) کی جگہ لے لیتا ہے جس کو مغربی روایات نے آج تک برقرار رکھا ہے۔

کتاب کے ابواب دہم تا چہاردہم "قرآنی طب اور آواز"، "خواب کے اشارات"، "ذکرِ خدا۔ اکسیرِ اعظم"، "خوفِ بے جا کا علاج" اور "ایک آسمانی دوا ــــ دُعا ہیں"، ان مقالوں میں ایسے مسائل سے بحث کی گئی ہے جو آج جدید مغربی نفسیات اور رُوحانی نوعیت کے نفسیاتی معالجے (PSYCHOTHERAPY OF A PASTORAL NATURE) کے بنیادی موضوعات ہیں، یہ مباحث رُوحانی علاج کی تعلیم اور رُوحانی علاج کے لئے مشاورت (CLINICAL PASTORAL ED. AND PASTORAL COUNCELLING) جیسے موضوعات کے لئے خاص طور پر مُفید ہیں۔ اسی طرح اس کتاب

میں دِل کی بیماریوں کی نشان دہی اور درجہ بندی سائیکو تھیراپی میں انتہائی مفید ثابت ہو سکتی ہے کیونکہ وہ "شعور کی رکاوٹوں" اور "توانائی کی رکاوٹوں"۔ (BLOCKS IN - CONCSIOUSNESS & ENERGY BLOCKS) کی نشاندہی کرتی ہیں۔

مذکورہ بالا ابواب میں انسدادی (PREVENTIVE) اور شفا بخش (CURATIVE) تدابیر اتنی مفصل اور واضح ہیں کہ ہر انفرادی قاری کو سائیکو تھیراپی کے عمل میں شرکت کے لئے کچھ ٹھوس اور مثبت طریقے پیش کرتی ہیں۔

بابِ ششم "سورۂ شفا میں طبی اشارات"، میں صحت و علالت کی جو درجہ بندی کی گئی ہے وہ انسانی ذات کی مرکزیت کے نظریے کو خدائی ذات کی مرکزیت کے نظریے کی طرف تبدیل کرنے کی اہمیت کو نمایاں کرتی ہے، اگرچہ مصنف نے ایسا کرتے ہوئے مکمل طور پر کوئی نیا تصور تو پیش نہیں کیا ہے تاہم اس نے یقیناً روحانی نظام کی تجدید اور از سرِ نو تفسیر کی ہے اور اس نئی تفسیر کی مدد سے ہماری زندگی میں مادیت کی مرکزیت (MATERIAL CENTEREDNESS) سے پیدا ہونے والی روحانی بیماریوں کی تشریح کرتے ہوئے ان کے علاج پیش کئے ہیں۔

کتاب کے ابواب ۱۸ تا ۲۱ میں "معیارِ صحت"، "حقیقی صحت"، "انسان دنیا میں دنیا انسان میں"، "خدا کن سے محبت کرتا ہے اور کن سے محبت نہیں کرتا" جیسے موضوعات میں عمومی مسائل سے بحث کی گئی ہے، اگرچہ یہ کتاب بنیادی طور پر ایک مسلمان قاری سے مخاطب نظر آتی ہے

تاہم اپنے عمومی اطلاق (APPLICABILITY) اپیل اور فائدے کے اعتبار سے دُوسروں تک بھی اس کی رسائی ہے ، عمومی اطلاق ، اپیل اور فائدے تک یہ رسائی صحت و بیماری کے ایسے عام تصورات کو زیرِ بحث لاکر حاصل کی گئی ہے جو کسی بھی حدُود سے بالاتر ہیں ۔

اس کتاب میں ایک اختتامی باب کی کمی محسوس ہوتی ہے جو کتاب میں پیش کئے گئے علم کی وسعت کو خلاصتہً پیش کرے ، نئے ایڈیشن میں اجنبی اصطلاحات کی فرہنگ اور اشاریہ کو شامل کرنا ایک خوش آئند امر ہوگا ۔

تبصرہ نگار : بوستان ہیرجی
ڈاؤسن کالج
شعبۂ مذہبیات
مانٹریال

نوٹ : تبصرہ نگار نے واشنگٹن ڈی ۔ سی ریاستہائے متحدہ امریکہ کے واشنگٹن ہاسپٹل سینٹر میں روحانی علاج کی تعلیم (CLINICAL PASTO-RAL EDUCATION) کے ایک کورس کو مرتب کرنے اور پڑھانے کے لئے کتاب مذکورہ کو استعمال کیا ۔

ادارہ
خانۂ حکمت